قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ابو سعید

Online Edition

جمعرات 02 ستمبر 2021ء | 24 محرم 1443ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:208

ارشادِ باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَحِلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرۡہًا ؕ وَ لَا تَعۡضُلُوۡہُنَّ لِتَذۡہَبُوۡا بِبَعۡضِ مَاۤ اٰتَیۡتُمُوۡہُنَّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ۚ وَ عَاشِرُوۡہُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۚ فَاِنۡ کَرِہۡتُمُوۡہُنَّ فَعَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَہُوۡا شَیۡئًا وَّ یَجۡعَلَ اللّٰہُ فِیۡہِ خَیۡرًا کَثِیۡرًا ﴿۲۰﴾

(النساء:20)

ترجمہ:اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم زبر دستی کرتے ہوئے عورتوں کا ورثہ لو اور انہیں اس غرض سے تنگ نہ کرو کہ تم جو کچھ انہیں دے بیٹھے ہو اس میں سے کچھ پھر لے بھاگو۔سوائے اس کے کہ وہ کھلی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوئی ہوں اور ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو اور اگر تم انہیں ناپسند کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔

فرمانِ رسول ﷺ

تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے

حضرت وہبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ اور حضرت ابودرداءؓ کے درمیان بھائی چارہ کروایا۔حضرت سلمانؓ،حضرت ابودرداءؓ کو ملنے آئے تو دیکھا کہ ابودرداء کی بیوی نے پراگندہ حالت میں اپنا حلیہ عجیب بنایا ہوا تھا۔سلمانؓ نے پوچھا تمہاری یہ حالت کیوں ہے؟اس عورت نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابودرداءؓ کو تو اس دنیا کی ضرورت ہی نہیں وہ تو دنیا سے بے نیاز ہے۔اسی اثناء میں ابودرداءؓ بھی آ گئے۔انہوں نے حضرت سلمانؓ کے لئے کھانا تیار کروایا اور ان سے کہا کہ آپ کھائیں میں نے تو (نفلی) روزہ رکھا ہوا ہے۔سلمانؓ نے کہا جب تک آپ نہیں کھائیں گے میں بھی نہیں کھاؤں گا۔چنانچہ انہوں نے روزہ کھول لیا۔اور جب رات ہوئی تو ابودرداءؓ نماز کے لئے اٹھنے لگے۔سلمانؓ نے ان کو کہا ابھی سوئے رہو چنانچہ وہ سو گئے۔کچھ دیر بعد وہ دوبارہ نماز کے لئے اٹھنے لگے تو سلمانؓ نے انہیں کہا کہ ابھی سوئے رہیں۔پھر جب رات کا آخری حصہ آیا تو سلمانؓ نے کہا کہ اب اٹھو۔چنانچہ دونوں نے اٹھ کر نماز پڑھی۔پھر سلمانؓ نے کہا اے ابودرداءؓ!تمہارے پروردگار کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔پس ہر حقدار کو اس کا حق دو،اس کے بعد ابودرداءؓ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا حضور ﷺ نے فرمایا سلمانؓ نے ٹھیک کیا ہے۔

(بخاری،کتاب الصوم باب من اقسم علی اخیہ لیفطر فی التطوع)

فرمان خلیفہ وقت

مرد سربراہ کی حیثیت سے گھروالوں کے حقوق کا خیال رکھے

حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

یاد رکھیں کہ بحیثیت گھر کے سربراہ مرد کی ذمہ داری ہے کہ اپنے گھر کے ماحول پر بھی نظر رکھے،اپنی بیوی کے بھی حقوق ادا کرے اور اپنے بچوں کے بھی حقوق ادا کرے،انہیں بھی وقت دے ان کے ساتھ بھی کچھ وقت صرف کرے چاہے ہفتہ کے دو دن ہی ہوں،ویک اینڈز پر جو ہوتے ہیں۔انہیں مسجد سے جوڑے،انہیں جماعتی پروگراموں میں لائے،ان کے ساتھ تفریحی پروگرام بنائے،ان کی دلچسپیوں میں حصہ لے تا کہ وہ اپنے مسائل ایک دوست کی طرح آپ کے ساتھ بانٹ سکیں۔بیوی سے اس کے مسائل اور بچوں کے مسائل کے بارے میں پوچھیں،ان کے حل کرنے کی کوشش کریں۔پھر ایک سربراہ کی حیثیت آپ کو مل سکتی ہے۔کیونکہ کسی بھی جگہ کے سربراہ کو اگر اپنے دائرہ اختیار میں اپنے رہنے والوں کے مسائل کا علم نہیں تو وہ تو کامیاب سربراہ نہیں کہلا سکتا۔اس لئے بہترین نگران وہی ہے جو اپنے ماحول کے مسائل کو بھی جانتا ہو۔یہ قابل فکر بات ہے کہ آہستہ آہستہ ایسے لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جو اپنی ذمہ داریوں سے اپنی نگرانی کے دائرے سے فرار حاصل کرنا چاہتے ہیں یا آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور اپنی دنیا میں مست رہ کر زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔تو مومن کو،ایک احمدی کو ان باتوں سے دور کر

بقیہ صفحہ 4 پر

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

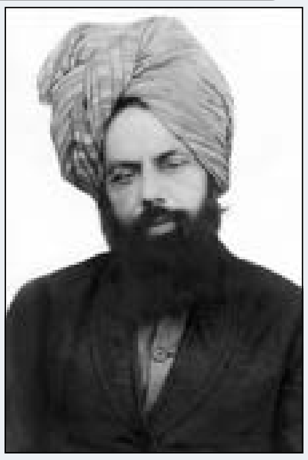

بیویوں سے حسن سلوک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’دل دکھانا بڑا گناہ ہے اور لڑکیوں کے تعلقات بڑے نازک ہوتے ہیں۔جب والدین اُن کو اپنے سے جدا اور دوسرے کے حوالے کرتے ہیں تو خیال کرو کہ کیا امیدیں اُن کے دلوں میں ہوتی ہیں اور جن کا اندازہ انسان عَاشِرُوۡہُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ کے حکم سے ہی کر سکتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 65 ایڈیشن 1984ء)

مرد اپنے گھر کا امام ہوتا ہے

’’مرد اپنے گھر کا امام ہوتا ہے۔پس اگر وہی بداثر قائم کرتا ہے تو کس قدر بداثر پڑنے کی امید ہے۔مرد کو چاہئے کہ اپنے قویٰ کو برمحل اور حلال موقع پر استعمال کرے مثلاً ایک قوت غضبی ہے۔جب وہ اعتدال سے زیادہ ہو تو جنون کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔جنون میں اور اس میں بہت تھوڑا فرق ہے۔جو آدمی شدید الغضب ہوتا ہے اس سے حکمت کا چشمہ چھین لیا جاتا ہے۔بلکہ اگر کوئی مخالف ہو تو اس سے بھی مغلوب الغضب ہو کر گفتگو نہ کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 208 ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

بیویوں اور خاوندوں میں تعلق سچے اور حقیقی دوستوں جیسا ہونا چاہئے

’’چاہئے کہ بیویوں سے خاوندوں کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔اگر ان ہی سے اُس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 418 ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

اس شمارہ میں

- پیکرِ تاباں و رخشاں ہیں وہ مثلِ آفتاب (منظوم)
- ماں مارے اور بچہ ماں ماں پکارے
- سورۃ الانفال اور التوبہ کا تعارف
- تعارف صحابہ کرام حضرت مسیح موعودؑ

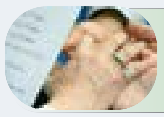

دربارِ خلافت

کوئی ہے جو خدا کے لئے مجھے اپنا لڑکا محض دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے دے دے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حافظ غلام رسول وزیر آبادی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میاں بشیر احمد صاحب کے مکان میں جس کے دروازے دونوں مسقّف گلیوں (چھتی ہوئی گلیاں تھیں) کے نیچے موجود ہیں، تشریف فرما ہوئے اور بہت دوستوں کو اس میں جمع کر کے فرمایا کہ مَیں نے ہائی سکول اس لئے قائم کیا تھا کہ لوگ یہاں سے علم حاصل کر کے باہر جا کے تبلیغ کریں گے۔ مگر افسوس کہ لوگ علم حاصل کرنے کے بعد اپنے کاروبار میں لگ جاتے ہیں اور میری غرض پوری نہیں ہوتی۔ کوئی ہے جو خدا کے لئے مجھے اپنا لڑکا محض دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے دے دے۔ اُس وقت مولوی عبید اللہ مرحوم میرا بیٹا چھوٹی عمر کا میرے پاس موجود تھا۔ میں نے وہ حضرت صاحب کے سپرد کر دیا۔ حضرت صاحب نے اُس کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں پکڑ لیا اور میاں فضل دین صاحب سیالکوٹی جو اُس وقت مدرسہ احمدیہ میں مددگار کارکن تھے اُس کے سپرد کر کے فرمایا کہ اس بچے کو مفتی محمد صادق صاحب کے سپرد کر آؤ۔ ان دنوں مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر مفتی صاحب تھے۔ الغرض وہ مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو کر عالم فاضل بن گیا اور خلیفہ ثانی نے اپنے عہدِ خلافت میں اُس کو ماریشس میں مبلغ بنا کر بھیج دیا جو پونے سات سال تبلیغ کا کام کرتا رہا۔ آخر کسی حکمت کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے اُس کو وفات دے دی۔ اُس کے بعد اُس کی بیوی اور ایک لڑکی اور ایک لڑکا چھوٹی عمر کے پیچھے رہ گئے جن کو بحکم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی میں جا کر 1924ء میں واپس لے آیا۔ دو سال کے بعد اُس کی اہلیہ فاطمہ بی بی جو میرے چھوٹے بھائی حافظ غلام محمد صاحب کی بیٹی تھی فوت ہوگئی۔ یہ بھی نہایت فصیح الزبان مبلغہ تھیں۔ (ان کی اہلیہ تھیں وہ بھی بہت اچھی مبلغہ تھیں) انہوں نے لکھا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھَا وَارْحَمْھَا۔ پھر کہتے ہیں کہ دونوں بچے بفضل خدا میرے زیرِ تربیت ہیں۔ (جب یہ لکھ رہے ہیں) لڑکی کی شادی ہوگئی، لڑکا جس کا نام بشیر الدین ہے میرے پاس ہے۔ اس وقت مدرسہ احمدیہ میں تعلیم پاتا ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ وہ تعلیم حاصل کر کے اپنے والد مولوی عبید اللہ شہید مرحوم کی جگہ جا کر تبلیغ کا کام کرے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 12 صفحہ 174 تا 176 روایت حضرت حافظ غلام رسول صاحبؓ) (اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو یہ موقع ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ان کو بھی ماریشس بھجوایا۔ یہ بھی لمبا عرصہ رہے ہیں۔ ان کے بچے شاید آجکل یہیں رہتے ہیں۔ آگے ان میں سے تو کوئی مبلغ نہیں بنا لیکن بہر حال انہوں نے بھی ماریشس میں بڑی تبلیغ کی) جماعت کی لمبا عرصہ خدمت کی ہے۔

پھر میاں شرافت احمد صاحب اپنے والد حضرت مولوی جلال الدین صاحب مرحوم کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن آپ ایک جگہ موضع گھنو کا ننگلہ کو جا رہے تھے کہ وہاں جمعہ پڑھائیں گے۔ راستے میں موضع گھرور میں بھوک کی وجہ سے دو پیسے کے چنے لئے۔ کپڑے وغیرہ صاف کر لئے اور چنے وغیرہ کھا کر سفر کی تیاری کی۔ گھاٹ سے نکلتے ہی لُو لگ گئی۔ گرمی کے دن تھے۔ بیہوش ہو کر سڑک پر لیٹ گئے۔ کسی راہ گیر نے تھانہ گھرور میں جا کر کہا کہ قادیانی مولوی صاحب تو لُو لگنے کی وجہ سے راستے میں پڑے ہیں۔ ایک سپاہی جو کہ آپ کا معتقد تھا بھاگا ہوا آیا۔ آپ کو راستے میں کوئی یکّہ وغیرہ نہ ملا۔، ٹانگہ نہ ملا۔ وہ لاچار آپ کو اپنے سہارے آہستہ آہستہ قصبے کی طرف لایا۔ چونکہ لُو آگے سے بھی بہت تیز تھی۔ گرم ہوا چل رہی تھی۔ آپ میں کوئی سکت نہ رہی۔ قصبے سے باہر بھی ایک دھرمسالہ تھا اُس کے چبوترے پر لیٹ گئے۔ لوگوں نے بہت کہا کہ آگے چلیں۔ مگر آپ نے کہا کہ بس پہنچ گیا جہاں پہنچنا تھا۔ لوگوں نے دوائی وغیرہ دی مگر کسی نے اثر نہ کیا۔ لوگوں نے بہت کہا کہ آپ کے لڑکے کو تار دے دیتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ بچہ ہے گھبرا جائے گا۔ اب خدا کے سپرد۔ ان کلمات کے بعد وہ مردِ باصفا اپنے آقا کے حکم کو کہ خدمتِ دین کریں، پوری اطاعت اور فرمانبرداری سے بجا لاتا ہوا اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ کہتے ہیں کہ مرحوم کا جنازہ غیر احمدیوں نے ہی پڑھا۔ وہاں احمدی بھی کوئی نہیں تھا اور انہوں نے ہی دفن کیا۔ خدا تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے۔ دوسرے تیسرے دن احمدی دوستوں کو معلوم ہوا۔ انہوں نے اس عاجز کو (یعنی ان کے بیٹے کو) اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو اطلاع کی۔ حضور نے جمعہ میں آپ کا ذکر کیا اور نماز کے بعد جنازہ غائب پڑھایا۔ مرحوم کی وصیت بھی تھی، اس لئے آپ کا کتبہ بہشتی مقبرہ میں لگ گیا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 12 صفحہ 279-280 روایت حضرت میاں شرافت احمد صاحبؓ)

اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگوں کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور اس روح کو ہمیشہ ہم میں بھی اور آئندہ نسل میں بھی جاری رکھے۔

(خطبہ جمعہ 16/ مارچ 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

پیکرِ تاباں و رخشاں ہیں وہ مثلِ آفتاب

نذرانہ عقیدت بحضور سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدکم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

وہ سراسر خندگی اور لطف سے معمور ہیں
نغمۂ دل ساز اُن کا دل زدوں نے جب سنا
اُس طبیبِ روح و جاں کا نسخۂ معجز نما
اک شجر کے سائے میں دو پل بتانے آئے جو
چشمِ ساقی کر گئی سیراب اُن کو دفعتاً
بھا سکی کچھ بھی نہ پھر رعنائیِ ماہِ تمام
پیکرِ تاباں و رخشاں ہیں وہ مثلِ آفتاب
بوئے عنبر مُشکِ آہو یا شمیمِ گلستاں
اتّباعِ امرِ جاناں حاصلِ مقصودِ جاں
"ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف"
اُس حسینِ مصر کے تم نے تو بس قصے سنے
اک زماں سے ہجر میں محمودؔ اُن کے ہے فگار
ہم ہوئے مسرور اُن سے خود بھی جو مسرور ہیں
پاگئے تسکینِ خاطر اب نہ وہ رنجور ہیں
کر گیا ہر غم غلط اور درد سب کافور ہیں
عمر بھر بیٹھے رہے پھر، دھوپ سے وہ دور ہیں
بن پیے دو گھونٹ بھی وہ بے خود و مخمور ہیں
جب تجلّی اُن کی دیکھی جو سراپا نور ہیں
کر رہے نابود سب ظلمات اور دیجور ہیں
اُس معطر ذات میں سب نکھتیں مذکور ہیں
رائگاں اِس کے سوا سب حکم اور دستور ہیں
رفعتیں سب اُن کی عالی ذات میں مستور ہیں
ہم جمالِ رشکِ یوسف سے ہوئے مسحور ہیں
دل کے سب زخمِ کُہن اب ہو رہے ناسور ہیں

م م محمودؔ

اداریہ

ماں مارے اور بچہ ماں ماں پکارے

مشہور مثل ہے کہ ''ماں مارے اور بچہ ماں ماں پکارے''۔یعنی اگر ماں اپنے بچے کو کسی بات پر سرزنش کرے اور اسے مارے تو بچہ مار کھاتا جاتا ہے۔ روتا جاتا ہے اور نہ صرف اُمی اُمی پکارتا بلکہ اس کی طرف لپکتا،دوڑتا اور ماں کی جھولی میں اپنی پناہ محسوس کرتا ہے۔

اور دوسری طرف ماں کے دل میں باوجود غصہ کے،اپنے مضروب بچے کی خاطر رحم کے جذبات اُبھرتے ہیں اور وہی ماں جو بچے کو اصلاح و تربیت کی خاطر ڈانٹتی، ڈپٹتی، کوستی اور مارتی بھی ہے وہ بھی بچے کو سینہ سے لگا لیتی ہے۔ چومتی اور پیار کرتی ہے۔

یہ دونوں کا جہاں آپس میں محبت و پیار کا تبادلہ ہے وہاں یہ محبت اور پیار کی انتہا بھی ہے۔ بلکہ ماں اور بیٹے میں اس پیار بھرے تعلق میں محبت اور پیار کے الفاظ ادھورے نظر آتے ہیں اور وہ اس محبت بھرے تعلق کا حق ادا نہیں کر پاتے ان جذبات کے سو فیصد اظہار کے لئے ڈکشنریاں الفاظ فراہم کرنے میں بے بس ہیں۔اس تعلق کو ان الفاظ میں ادا کیا جا سکتا ہے۔

ع دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی

یہی مضمون اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان بدرجہ اولیٰ لاگو ہوتا ہے۔ گو انسان پر جو مصائب و مشکلات آتی ہیں وہ انسان کے اپنی ہی شامت اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن یہ سب اصلاح کی خاطر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسان کے بُرے اعمال کی سزا بسا اوقات اِسی دنیا میں دیتا ہے اور جب بندہ اس کی طرف جھکتا، اُس کے حضور روتا اور تضرع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جو ماں سے کہیں بڑھ کر رحیم و کریم ہے وہ اپنے بندے کو سینہ سے لگاتا ہے۔ اس کے آنسو پونچھتا اور اس کے دُکھ درد کا ماویٰ و ملجا بن جاتا ہے۔

ایک دفعہ جنگ بدر میں ایک خاتون اپنا بچہ کھو بیٹھی۔ وہ اس کی تلاش میں فکرمندی کے عالم میں کبھی اِدھر کبھی اُدھر بھاگتی پھر رہی تھی۔ اس خاتون کی اپنے بچے کی خاطر فکر اور پریشانی کو دیکھ کر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اپنے کھوئے ہوئے بندے کے لئے اس ماں سے بڑھ کر پریشان ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید اور احادیث میں یہ تعلیم ہمیں ملتی ہے کہ ہر مومن کو دُکھ اور سُکھ میں اپنے خدا کی طرف جھکنا چاہئے۔ اس سے ہی مدد طلب کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہاں ذاتی محبت کے مقام میں سہارا نہیں ہوتا جیسے ماں اور بچے کے جو تعلقات ذاتی محبت کے ہیں۔ ان میں انسان تفرقہ نہیں ڈال سکتا۔ ماں کی فطرتی محبت ایک دوسرے سے ملاتی ہے۔ مثل مشہور ہے''ماں مارے اور بچہ ماں پکارے'' اسی طرح اہل اللہ، خدا کی مار کھا کر کہاں جا سکتے ہیں بلکہ مار پڑے تو وہ ایک قدم اور بڑھاتے ہیں۔ دوسرے تعلقات میں خدا کی محبت کا جلال زور کے ساتھ نازل نہیں ہوتا جیسے انسان کسی کو اپنا نوکر سمجھتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ یہ نوکری اس لئے کرتا ہے کہ اس کی اجرت ملے تو اس کی طرف محبت کامل کا التفات نہیں ہوتا اور وہ ایک نوکر شمار ہوتا ہے۔ مگر جب کوئی شخص خدمت کرتا ہے اور آقا کو معلوم ہو کہ یہ نوکری کی خواہش سے نہیں کرتا تو آخر کار بیٹوں میں شمار ہوتا ہے خدا بڑا خزانہ ہے۔ خدا بڑی دولت ہے''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 423۔کمپیوٹرائز ایڈیشن)

(ابو سعید)

آج کی دعا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ،لَهُ الۡمُلۡكُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ

(ابوداؤدکتاب النوم باب مایقول اذا اصبح حدیث:5077)

ترجمہ: ایک اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے ’تعریف اسی کی ہے اور وہ ہر شے پر خوب قادر ہے۔

یہ سید ومولیٰ، مقدس الانبیاء، پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ ایزدی میں خوبصورت تسبیح وتحمید ہے۔

حضرت ابوعیاشؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص صبح کے وقت یہ کہہ لے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ،لَهُ الۡمُلۡكُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ تو اسے اولاد اسماعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا۔ اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی،اس سے دس غلطیاں مٹائی جائیں گی،اس کے دس درجات بلند کیے جائیں گے اور شام تک کے لیے شیطان سے حفاظت میں رہے گا اور اگر شام کو یہ کہہ لے،تو صبح تک کے لیے یہی کچھ ہے۔''

مرسلہ:مریم رحمٰن

عائشہ چوہدری۔ جرمنی

سورۃ الانفال اور التوبہ کا تعارف

ازحضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

سورۃ الانفال

یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی۔ بسم اللہ سمیت اس کی چھہتّر آیات ہیں۔ جنگ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ جو مالی فیض عطا فرماتا ہے ان کو اَنْفَال کہا جاتا ہے۔

پچھلی سورت الاعراف (آیت:188) میں کفار کی طرف سے جس ساعت یا قیامت کے ظہور کا وقت پوچھا گیا تھا اس ساعت کے پہلے مظہر کا اس سورت میں تفصیل سے ذکر ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ اہلِ عرب پر وہ ساعت آچکی ہے جس کے نتیجہ میں کفر اور شرک کا دور ختم ہوگا۔

پچھلی سورت کے آخر پر یہ تنبیہ فرمائی گئی تھی کہ بہت مشکل حالات ظاہر ہونے والے ہیں اس لئے ابھی سے اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی سے جھکتے ہوئے خفیہ طور پر اور بلند آواز سے اس کے حضور گڑگڑاتے ہوئے دعائیں کر، کیونکہ تیری دعاؤں کے ذریعہ ہی سب مشکلات حل ہوں گی۔

اس سورت کے شروع میں ہی یہ خوشخبری دیدی گئی کہ ان مشکلات کے نتیجہ میں مومنین کی غربت دور کر دی جائے گی۔ پھر مشکلات کے ذکر میں سب سے پہلے جنگ بدر کا ذکر فرمایا اور جیسا کہ اس سے پہلی سورت کے آخر پر دعاؤں کی طرف خصوصی توجہ دلائی گئی تھی، ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کو عطا کی جانے والی فتح بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی دعاؤں ہی کے نتیجہ میں تھی ورنہ جو 313 صحابہؓ آپؐ کے ساتھ اس جہاد میں شریک تھے ان کے مقابل پر مکہ کے مشرکین کی حملہ آور فوج سوائے روحانی پہلو کے ہر پہلو سے ان پر برتری رکھتی تھی۔ بہترین سواریاں ان کو حاصل تھیں۔ بہترین جنگی ہتھیار میسر تھے۔ تیر اندازی کے فن میں ماہر دستے اُن کی فوج میں شامل تھے۔ علاوہ ازیں جنگ کے لئے جذبات کو بھڑکانے کے لئے ایسے راگ الاپنے والی ماہر عورتیں بھی تھیں جن کے نغمات کے نتیجہ میں فوجوں پر ایک قسم کی جنون کی سی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ اس کے مقابل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعائیں ہی فتحیاب ہوئیں جو آپؐ نے اپنے خیمہ میں انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ اس حال میں کیں کہ آپؐ کے شانۂ مبارک سے چادر بار بار گرتی تھی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اسے سنبھالتے تھے۔ اس دعا کا معراج یہ تھا کہ آپؐ نے بار بار عرض کی: اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلَکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃُ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِی الْاَرْضِ (مسلم، کتاب الجھاد) کہ جن وانس کی پیدائش کی غرض تو عبادت ہی ہے اور یہ بندے جنہیں میں نے خالصۃً تیری ہی عبادت کی تربیت دی ہے، اگر یہ مارے گئے تو پھر کبھی دنیا میں تیری سچی عبادت کرنے والی کوئی جماعت پیدا نہیں ہوگی۔ پس جنگ بدر کی فتح کا تمام تر سہرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں ہی کے سر تھا۔

مزید برآں مومنین کو یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ سچوں اور جھوٹوں کے درمیان عظیم فرق کر دینے والا ہتھیار تو تقویٰ ہی ہے۔ اگر آئندہ بھی تم دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتوں پر غالب آنے کا گمان لئے بیٹھے ہو تو وہ صرف اس صورت میں پورا ہوگا کہ تم تقویٰ پر قائم رہو۔

یہاں یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی ہرگز قِتال نہ کرتے جب تک قِتال کے ذریعہ آپؐ کا دین تبدیل کرنے کی کوشش نہ کی جاتی۔ سب سے بڑا فتنہ دنیا میں ہمیشہ اسی طرح پیدا ہوتا رہا اور پیدا ہوتا رہے گا کہ تلوار کے ذریعہ لوگوں کے دین تبدیل کرنے کی کوشش کی جاتی رہے گی۔ اس صورت میں صرف اُس وقت تک دفاع کی اجازت ہے جب تک کہ یہ فتنہ کلیۃً مٹ نہ جائے۔

اسی طرح بتایا کہ ثباتِ قدم کے لئے کثرت سے اللہ کے ذکر کی ضرورت ہے۔ پس ہولناک جنگوں کے دوران بھی مسلسل ذکرِ الٰہی بلند کرنے والوں کو یہ خوشخبری دی جارہی ہے کہ تم ہی فلاح حاصل کروگے کیونکہ ہر فلاح ذکرِ الٰہی سے وابستہ ہے۔

اس سورت کی آخری دو آیات میں اس امر کا ذکر ہے کہ اگر دشمن کا دباؤ بہت بڑھ جائے اور مجبوراً تمہیں اپنے وطن سے ہجرت کرنی پڑے تو اللہ کی راہ میں یہ ہجرت قبول ہوگی اور اس کے بدلہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نصرت عطا کی جائے گی اور مغفرت کے علاوہ اللہ تعالیٰ ہجرت کرنے والوں کے رزق میں بھی بہت برکت ڈالے گا۔ یہ پیشگوئی ہمیشہ بڑی شان کے ساتھ پوری ہوتی رہی ہے اور رزق میں جس برکت کا ذکر اس سورت کے شروع میں اَنْفَال عطا کیے جانے کی صورت میں کیا گیا تھا اس کی اب اَور صورتیں بھی یہاں بیان فرمادی گئیں کہ ہجرت کے نتیجہ میں مہاجرین کی رزق کی راہیں بہت کشادہ کی جائیں گی۔

سورۃ التوبہ

یہ سورت مدینہ میں سورۃ الانفال کے معاً بعد نازل ہوئی۔ اس کی ایک سو انتیس آیات ہیں۔

جن جنگوں کا اور ان کے نتیجہ میں ابتلاؤں اور پھر انعامات کا ذکر سورۃ الانفال کے آخر پر ملتا ہے ان کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے امور کا اس سورت کے شروع میں ہی ذکر فرمادیا گیا کہ دشمن ضرور مغلوب ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ سے معاہدات کرنے پر مجبور ہوجائے گا۔ پس انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک وہ اپنے معاہدات پر قائم رہیں مسلمانوں کی طرف سے ہرگز عہدشکنی نہیں ہونی چاہیے۔

عہدشکنی کے بدعواقب کا تذکرہ جو سورۃ الفاتحہ سے شروع ہوکر پچھلی تمام سورتوں میں مختلف رنگ میں ملتا ہے اس کا ذکر اس سورت میں بھی موجود ہے۔ مگر جس طرح دشمن اپنے عہد توڑتا ہے اور سزائیں پاتا ہے، مومنوں کو بھی تنبیہ ہے کہ انہیں بھی ہر حال میں عہد کی پابندی کرنی ہوگی۔

اس سورت میں کثرت کے ساتھ مسلسل یہ ذکر مل رہا ہے کہ مومنوں کی کوئی فتح بھی ہتھیاروں کی برتری یا عددی غلبہ کے نتیجہ میں نہیں ہوتی اور نہ ہوسکتی ہے اور اسی تعلق میں جنگ حنین کا ذکر فرمایا گیا ہے جبکہ مسلمانوں کو کفار پر بہت بڑا عددی غلبہ نصیب ہوا تھا اور بعض مسلمان اس زُعم میں تھے کہ اب کفار کیسے فتحیاب ہوسکتے ہیں جبکہ ہم تھوڑے بھی تھے تو اُن کی عظیم جمعیتوں پر فتحیاب ہوتے رہے ہیں۔ ان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ جب تم تھوڑے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے نتیجہ میں ہی فتحیاب ہوتے رہے ہو، اس لئے اب تمہاری کثرت کا گمان توڑا جارہا ہے لیکن نہایت ہی خطرناک شکست کے بعد دوبارہ تم اسی رسولؐ کی دعاؤں اور صبر و ہمت کے نتیجہ میں پھر غالب کئے جاؤ گے۔

اس کے بعد کثرت سے اموال عطا ہونے کا ذکر ہے جس کے نتیجہ میں حاسد منافقین آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کرنے سے بھی باز نہ آئے کہ نعوذ باللہ آپ مالوں کی تقسیم میں خیانت کرتے ہیں۔ حالانکہ جو اموال بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرماتے تھے وہ اپنے عزیزوں میں نہیں بلکہ مہاجرین، مساکین، غرباء اور اسی طرح مشکلات میں پھنسے ہوئے، قرضوں کی چٹی میں پھنسے ہوئے مفلوک الحال لوگوں کی بھلائی کے لئے استعمال فرماتے تھے۔ پس تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ اگر تم اس امین رسول پر بھی بددیانتی کا الزام لگاؤ گے تو ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ دراصل ایسے الزامات لگانے والے خود ہی بددیانت اور خائن ہوتے ہیں۔

اس سورت کے آخر پر یہ آیت آتی ہے کہ یہ وہ رسول ہے جو خالصۃً تمہاری بھلائی کے لئے دکھ اٹھاتا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو بھی تکلیف اٹھاتے ہو وہ اس پر بہت شاق گزرتی ہے اور کفّار پر سختی اس کے قلب کی سختی سے کوئی بھی تعلق نہیں رکھتی۔ اس کا قلب تو اتنی رأفت اور رحمت کرنے والا ہے کہ وہ رؤف اور رحیم خدا کا ایک زندہ تمثّل ہے۔

بقیہ: فرمانِ خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

بھی واسطہ نہیں ہونا چاہئے۔ مومن کے لئے تو یہ حکم ہے کہ دنیا داری کی باتیں تو الگ رہیں، دین کی خاطر بھی اگر تمہاری مصروفیات ایسی ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے تم نے مستقلاً اپنا یہ معمول بنالیا ہے، یہ روٹین بنالی ہے کہ اپنے گرد و پیش کی خبر ہی نہیں رکھتے، اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا نہیں کرتے، اپنے ملنے والوں کے حقوق ادا نہیں کرتے، اپنے معاشرے کی ذمہ داریاں نہیں نبھاتے تو یہ بھی غلط ہے۔ اس طرح تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ معیار حاصل کرنے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرو اور بندوں کے حقوق بھی ادا کرو۔

جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے، عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ: اے عبداللہ! جو مجھے بتایا گیا ہے کیا یہ درست ہے کہ تم دن بھر روزے رکھے رہتے ہو اور رات بھر قیام کرتے ہو یعنی نمازیں پڑھتے رہتے ہو، اس پر میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ تو پھر آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو کبھی روزہ رکھو کبھی چھوڑ دو، رات کو قیام کرو اور سو بھی جایا کرو۔ کیونکہ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری زیارت کو آنے والے کا بھی تم پر حق ہے۔‘‘

(بخاری کتاب الصوم باب حق الجسم فی الصوم)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2/ جولائی 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

ڈاکٹر محمود احمد ناگی۔اوہایو امریکہ

تعارف صحابہ کرام حضرت مسیح موعودؑ

حضرت حاجی میاں محمد موسیٰؓ آف نیلا گنبد لاہور

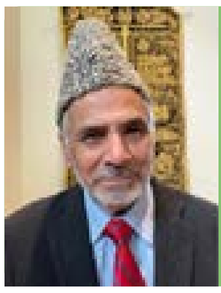

حضرت محمد موسیٰ صاحبؓ 1872ء میں ہندوستان کے شہر جالندھر میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام میاں عبدالکریم تھا۔آپ کا خاندان ایمانداری اور تقویٰ کی وجہ سے بہت عزت و تکریم سے دیکھا جاتا تھا۔ لاہور شہر میں سائیکلوں کا کاروبار کیا۔سائیکلوں کی دکان ایم موسیٰ اینڈ سنز نیلا گنبد لاہور 1901ء سے قائم ہے اور سائیکل مارکیٹ کی پرانی دکانوں میں سے ایک ہے۔

حضرت حاجی میاں محمد موسیٰ رضی اللہ عنہ آف نیلا گنبد لاہور 1902ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے مقدس ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔حضرت مسیح موعودؑ کے پیار کی نگاہوں نے آپ کو اس قابل بنایا کہ اپنی زندگی حضورؑ کے جذبہ عشق اور اطاعت میں بسر کی۔آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بھی دستِ راست رہے۔ حضرت حاجی میاں محمد موسیٰ صاحبؓ آف نیلا گنبد لاہور کا شمار حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کے جیّد صحابہ میں ہوتا ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے صفِ اوّل کے صحابی تھے۔

حضرت میاں محمد موسیٰ نے 1902ء میں ایک خط کے ذریعے حضرت مسیح موعودؑ سے ان کی صداقت کا ثبوت مانگا۔آپؑ کے جواب سے مکمل تسلّی ہوگئی اور ہر قسم کے شکوک وشبہات جو شاید مخالفین نے ان کے دماغ میں ڈال دیے تھے ہمیشہ کے لئے دور ہوگئے۔حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر ان کی اندرونی کیفیت کی عکاسی کرتا ہے۔

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آخری ایام میں آپ کے بارے میں مندرجہ ذیل تعریفی کلمہ کہا جو سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔

''موسیٰ صاحب آپ نے دین کی بہت خدمت کی۔''

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 310)

میاں محمد موسیٰ صاحبؓ نے تین شادیاں کیں۔آپ کی پہلی شادی 1893ء میں ہوئی۔اس اہلیہ کے بطن سے صرف ایک لڑکا میاں محمد حسین 1894ء کو پیدا ہوا۔دوسری شادی ایک بیوہ سے کی جس کی آپ ایک عرصہ سے کفالت کر رہے تھے۔حضرت مسیح موعودؑ سے باقاعدہ اجازت لے کر آپ نے تیسری شادی 1902ء میں ہماری دادی جان رحمت بی بی صاحبہ سے کی۔حضرت مسیح موعودؑ نے اس شادی کے لئے دعا کی۔رحمت بی بی صاحبہ کی ولادت کا سن 1875ء ہے اور وہ 1904 ء میں بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئیں۔

میاں محمد موسیٰ صاحب بیعت سے پہلے ایک دفعہ خود قادیان چلے گئے کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان پر سچائی کی حقیقت آشکار ہو چکی تھی۔ احمدیت قبول کرنے کا واقعہ وہ خود اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں:

''بیعت کرنے سے چھ سات ماہ پہلے میں قادیان گیا۔اس وقت میرے رشتہ داروں نے وہاں جانے کی سخت مخالفت کی تھی اور مجھ سے

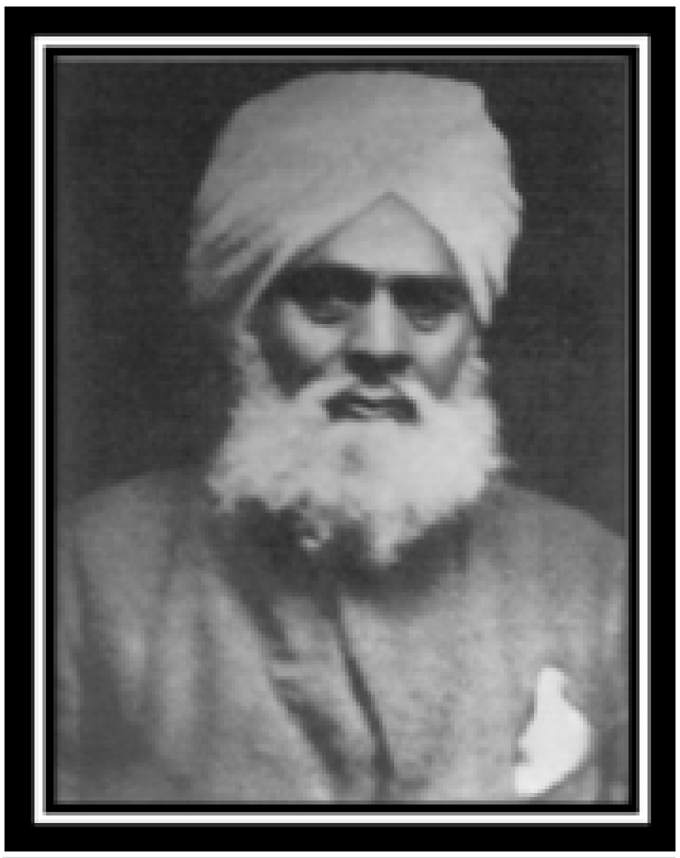

حضرت حاجی میاں محمد موسیٰؓ

وعدہ لیا تھا کہ میں وہاں جا کر مرزا صاحب کے گھر کھانا نہ کھاؤں اور نہ ہی بیعت کروں۔میاں محمد موسیٰ صاحب گھر والوں اور رشتہ داروں سے وعدہ کر کے قادیان گئے تھے اس لئے انہوں نے اس وقت بیعت نہ کی تھی۔اس وقت میرے ساتھ میری اہلیہ کے بھائی بھی تھے جن کا نام شہاب الدین تھا۔قادیان جا کر مولوی عبدالکریم صاحب سے ملا اور حضور علیہ السلام کی ملاقات بھی ہوئی اور حضور سے مصافحہ بھی کیا اور کچھ باتیں بھی کیں جو اب یاد نہیں۔تین نمازیں بھی حضور کے ہمراہ مولوی عبدالکریم کی اقتداء میں پڑھیں۔مجھ پر اس وقت آپ کی صداقت کا بہت اثر ہوا۔گو میں نے اپنے رشتہ داروں سے وعدہ کرنے کی وجہ سے بیعت نہ کی۔اس وقت مجھ پر حضور کی محبت کا جو اثر تھا اس کو دیکھ کر میرے نسبتی بھائی نے مجھ سے کہا کہ آپ تو اپنے وعدہ کے خلاف کر رہے ہیں اور آپ کی حرکات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ضرور پھنس جائیں گے۔اس عرصہ میں میری کچھ گفتگو حافظ مولوی محمد ابراہیم صاحب نابینا کے ساتھ ہوئی جس کا مجھ پر خاص اثر ہوا۔ پھر ہم واپس آگئے۔''

''میں نے چھ سات ماہ بعد حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا کہ عام لوگوں کے لئے آپ کی صداقت کا معلوم کرنا مشکل ہے۔آپ قسم کھا کر تحریر فرماویں کہ آپ وہی مسیح موعودؑ ہیں جن کی دنیا کو انتظار ہے۔اس پر حضور نے اس لفافہ کی پشت پر تحریر فرمایا کہ میں وہی مسیح موعودؑ ہوں جن کا وعدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔آپ نے قرآن مجید سے یہ آیت بھی تحریر کی۔

لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ

خاکسار مرزا غلام احمد بقلم خود۔''

میری بیوی اور بچوں سب نے اس وقت بیعت کر لی اور میں نے سب کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کو خط لکھ دیا۔''

حضرت مسیح موعودؑ نے جس خط کی پشت پر سچائی سے پُر تحریر اپنے مقدس ہاتھ سے ثبت فرمائی تھی وہ خط ان کے بیٹے یعنی میاں محمد یحییٰ صاحب کے پاس 1953ء تک محفوظ تھا۔6 مارچ 1953ء کو بلوائیوں نے لاہور میں احمدیوں کی املاک کو جلایا اور نقصان پہنچایا۔وہ خط گھر کے سامان کے ساتھ جل گیا یا ضائع ہو گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 170 تا 171)

''ایک دفعہ 1904ء (تاریخ احمدیت میں 1902ء درج ہے) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا بھی لاہور تشریف لائیں۔حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کو عجائب گھر چھوڑ کر حضورؑ ہماری دکان واقع نیلا گنبد لاہور تشریف لائے۔کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد دکان سے باہر ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔(میاں محمد موسیٰ نے آپؑ سے دکان کے اندر آنے کی درخواست کی۔حضرت مسیح موعودؑ نے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ نبی اللہ کاروباری دکانوں میں نہیں جاتے)۔آپؑ نے فرمایا کہ پانی لاؤ۔منشی محبوب عالم صاحبؓ اور کئی اور احباب سوڈا واٹر اور لسّی اور دودھ لائے مگر حضور نے فرمایا کہ ہم پانی پیئیں گے جس پر پانی لاکر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔میں نے اس موقعہ پر آپ کی خدمت میں ایک پونڈ (برٹش انڈیا کی کرنسی) پیش کیا جسے حضور نے دو دفعہ عذر کے بعد قبول فرمالیا۔''

(روایات صحابہ (غیر مطبوعہ) رجسٹر نمبر 11، صفحہ 7 تا 8)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اصحابِ احمدؑ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

''پھر حاجی محمد موسیٰ صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس زمانے میں میرا کئی سال تک یہ دستور العمل رہا کہ نیا سٹیشن (سٹیشن کا نام) پر ایک جمعدار کے پاس ایک بائیکل ٹھوس ٹائروں والا رکھا ہوا تھا۔جمعہ کے روز میں لاہور سے بٹالہ تک گاڑی پر جاتا اور وہاں سے سائیکل پر سوار ہو کر قادیان جاتا اور جمعہ کی نماز کے بعد واپس سائیکل پر بٹالہ آجاتا۔یہاں سے گاڑی پر سوار ہو کر لاہور آجاتا۔

(تذکرہ اصحاب احمد خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ 4 مئی 2012ء، صفحہ 275، خطبات مسرور 2012ء)

میرے والد میاں محمد یحییٰ صاحب نے 2002ء میں میاں محمد موسیٰ صاحب کی ایک عظیم مالی قربانی کے بارے میں بتایا جو ابھی تک جماعت احمدیہ کے کسی ریکارڈ کا حصہ نہیں بن سکی:

''3۔ 1902ء میں میاں محمد موسیٰ حضرت مسیح موعودؑ کی ایک محفل میں موجود تھے جب حضورؑ نے ایک نماز کے بعد ایک ضروری کتاب یا اشتہار شائع کرنے کے لئے جماعت کو ایک بڑی رقم کی تحریک کی۔میاں محمد موسیٰ کا یہ دستور تھا کہ وہ حضورؑ سے اجازت لیے بغیر گھر واپس نہ جاتے تھے۔ لیکن اس دن وہ خاموشی سے لاہور چلے گئے۔اپنے گھر نہیں گئے۔گنج مغل پورہ لاہور میں ان کی ملکیت میں آٹھ مکانوں کا ایک احاطہ تھا جو ''سرائے موسیٰ'' کے نام سے مشہور تھا۔اب بھی اس کا یہی نام ہے۔آپ نے اسے بیچ دیا اور رقم لے کر واپس قادیان پہنچ گئے۔آپ کی غیر موجودگی میں حضورؑ نے احباب جماعت سے اُن کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہیں نظر نہیں آرہے۔یہ بھی کہا کہ موسیٰ صاحب تو اجازت لئے بغیر واپس نہیں جاتے۔احباب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔اگلے دن فجر کی نماز کے وقت آپ قادیان واپس پہنچ گئے اور نماز کے بعد ساری رقم حضور کی خدمت میں پیش کر دی اور کہا:

''حضورؑ میں تو رقم کے حصول کے لئے لاہور گیا تھا اس لئے آپ سے

اجازت نہ طلب کی۔ اس رقم سے حضورؑ اپنی کتاب شائع کر لیں۔''

یہ رقم غالباً پانچ سے چھ ہزار روپے تھی۔میاں محمد موسیٰ صاحب گھر والوں کی مرضی کے بغیر سرائے موسیٰ فروخت کر کے اپنے آقا کے حضور سرخرو ہو گئے اور دعاؤں کے وارث بنے۔حضرت مسیح موعودؑ اس قربانی سے بہت خوش ہوئے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے رسالہ الوصیت 24 دسمبر 1905ء کو شائع کیا تھا۔حضرت میاں محمد موسیٰ ابتدائی چند جانثاروں میں سے تھے جنہوں نے نظامِ وصیت میں شمولیت اختیار کی تھی۔ وہ خود بتاتے ہیں:

شروع میں اس الٰہی تحریک میں میرا وصیت نمبر 16 تھا جو کچھ دیر بعد تبدیل ہوکر 65 ہوگیا۔

(لاہور تاریخ احمدیت،صفحہ 308)

حضرت میاں محمد موسیٰ صاحبؓ جماعت کی ہر مالی تحریک میں شامل ہو تے تھے۔

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 416)

حضرت میاں محمد موسیٰ صاحب نے چندہ تحریکِ جدید کے لئے بھی معیاری قربانیاں کیں۔تحریک جدید کے پانچ ہزاری دفتراوّل کے مجاہدین کی لسٹ میں آپ کا نام صفحہ 242،نمبر 2054 پر درج ہے۔

(پانچ ہزاری مجاہدین تحریکِ جدید صفحہ 242)

حضرت سیّدہ مبارکہ بیگمؓ دخترنیک اختر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا نکاح 17 فروری 1908ء حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ رئیس مالیر کوٹلہ کے ساتھ مسجد اقصیٰ قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے پڑھا۔ نکاح کی مبارک تقریب میں شمولیت کے لئے لاہور سے کئی احباب مدعو کئے گئے۔حضرت میاں محمد موسیٰ صاحبؓ آف لاہور ان خوش قسمت احباب میں شامل تھے جو اس مبارک تقریبِ سعید میں شامل ہوئے۔

(تاریخ احمدیت،جلد2صفحہ 516)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 11 مئی 2012ء بابت روایات صحابہ حضرت محمد موسیٰ صاحبؓ کے بیٹے میاں عبدالمجید صاحبؓ کا مندرجہ ذیل واقعہ یوں بیان فرمایا:

''ایک دفعہ میرے لڑکے نے جس کی عمر اس وقت تقریباً 4 برس تھی۔اس بات پر اصرار کیا کہ میں نے حضرت صاحب کو چمٹ کر جپھی (معانقہ) ڈال کر ملنا ہے۔ (یہ واقعہ غالباً 1907ء کا ہے) اس نے مغرب سے لے کر صبح تک یہ ضد جاری رکھی اور ہمیں رات کو بہت تنگ کیا۔ صبح اُٹھ کر پہلی گاڑی میں اسے لے کر بٹالہ اور وہاں سے ٹانگے پر ہم قادیان گئے۔حضورؑ اس موقع پر باہر تشریف لائے اور عبدالمجیدؓ آپ کی ٹانگوں کو چمٹ گیا اور اس طرح اس نے ملاقات کی اور پھر وہ 4 سال کا بچہ کہنے لگا ''ہن ٹھنڈ پے گئی اے (یعنی اب تسلّی ہو گئی ہے۔ ناقل)۔''

(روایات صحابہ رجسٹر11صفحہ 11 تا 12)

حاجی میاں محمد موسیٰ صاحبؓ کی بیان کردہ چند روایات درج ذیل ہیں۔

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 309 تا 312)

''میں نے ایک دفعہ حضورؑ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔حضور کھانا بہت کم کھایا کرتے تھے۔''

''حضورؑ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات دستار مبارک کے پیچ بالکل بے ترتیب ہوتے تھے۔ یہی حال قمیض اور کوٹ کے بٹنوں کا ہوتا تھا یعنی جو بٹن اُوپر کا ہوتا تھا وہ نیچے کے کاج میں لگا ہوتا تھا یا نیچے کا بٹن اُوپر کے کاج میں۔''

''ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے قریشی محمد حسین کو خط لکھا کہ آپ پوستین کا نرخ دریافت کر کے لکھیں تا کہ پتہ لگے کہ آیا میں خرید بھی سکتا ہوں یا نہیں۔قریشی صاحب نے وہ خط میرے سامنے پڑھا۔ اسی دن میں نے پوستین خریدی جس کی قیمت قریباً 45 روپے تھی اور دوسرے دن قادیان جاکر حضورؑ کی خدمت میں پیش کر دی۔ اس وقت حضور باغ میں تشریف فرما تھے۔''

''میں نے ایک دفعہ حضورؑ کی خدمت میں یہ درخواست کی تھی۔ چونکہ جماعت کو مال کی بڑی ضرورت ہے۔ کیا عید الاضحیٰ کے دن قربانی کی بجائے روپے قادیان نہ بھجوا دیے جائیں؟ (حضرت مسیح موعودؑ نے) فرمایا نہیں۔ شعائر اللہ کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔''

''میں ایک دفعہ قادیان گیا۔حضورؑ کا ایک کمرہ بن رہا تھا۔ اس کی نگرانی کے لئے حضورؑ نے مجھے مقرر کیا۔ ایک مرتبہ دوپہر کے بعد حضورؑ وہاں خود تشریف لائے۔ اس اثنا میں ایک معمار نے حضورؑ کو کہا کہ فلاں مزدور نمازی نہیں۔ فرمایا۔ ہم نے اس سے نفل نہیں پڑھوانے۔''

''وہ ایک دفعہ قادیان گئے اور بستر ہمراہ نہ لے کر گئے۔حضورؑ کے خادم حافظ حامد علی صاحبؓ نے حضورؑ کو اطلاع دی کہ لاہور سے ایک صحابی محمد موسیٰؓ کے پاس بستر نہیں ہے۔ اس پر حضورؑ نے اپنی رضائی ان کو بھیج دی۔ وہ کہتے ہیں کہ اس رات میں حضورؑ کی رضائی اوڑھ کر سویا۔''

حضرت حاجی میاں محمد موسیٰ صاحبؓ کہتے ہیں کہ ان کو کئی دفعہ حضورؑ کو مٹھی چاپی کرنے کا موقع ملا۔

(تاریخ احمدیت جلد 9، صفحہ 544)

1908ء کا واقعہ ہے جب حضرت مسیح موعودؑ آخری بار لاہور تشریف لے گئے تھے۔ یہ واقعہ سیرت المہدیٰ جلد دوم مصنفہ مرزا بشیر احمدؓ میں یوں بیان ہوا ہے۔

''حاجی میاں محمد موسیٰ صاحب نے ایک دن ایک موٹر کار حضور کی سواری کے واسطے کہیں سے مہیا کی اور حضرتؑ سے اس میں سوار ہونے کی درخواست کی نیز سیّدۃ النساء حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا سے بھی سوار ہونے کی خواہش کی۔ چنانچہ حضورؑ پُرنور معہ سیّدۃ النساء حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا موٹر میں سوار ہونے کی غرض سے مکان سے اتر کر سڑک پر تشریف لائے مگر موقعہ پر پہنچ کر سیّدہؓ نے سوار ہونے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھے خوف آتا ہے مگر حضرت اقدسؑ بعض بچوں سمیت سوار ہوئے اور قریبی سڑک کا چکر کاٹ کر واپس تشریف لے آئے۔ موٹر اس زمانے میں نئی نئی لاہور میں آئی تھی۔''

(سیرت المہدیٰ جلد 2 صفحہ 387 مطبوعہ 2008ء)

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آخری ایّام میں ایک اشتہار شائع فرمایا تھا اور اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں) کی مہر اس اشتہار پر لگائی تھی۔

حضرت حاجی محمد موسیٰ کے پاس وہ مہر بہت عرصہ تک محفوظ رہی۔ آپ کی وفات کے بعد وہ خاکسار کے والد میاں محمد یحیٰی صاحب کی تحویل میں آ گئی۔ 1953ء میں بلوائیوں نے ہمارے آبائی گھر کو لوٹا، جلایا اور شدید نقصان پہنچایا تو یہ لکڑی پہ بنی ہوئی مہر بھی سامان کے ساتھ ضائع ہوگئی۔

''میں ایک دفعہ قادیان گیا۔ میں نے حضور کو کتاب تصنیف کرتے دیکھا۔حضورؑ ایک کتاب لکھ رہے تھے۔ (غالباً حضرت مسیح موعودؑ 1905ء میں اپنی مشہور کتاب براہین احمدیہ پنجم لکھ رہے تھے) حضورؑ کے لکھنے کا طریق یہ تھا کہ صحن یا کمرہ کے دونوں طرف دواتیں رکھی ہوتی تھیں اور ہاتھ میں کاغذ اور قلم لئے ہوتے تھے۔ ایک طرف کی دوات سے روشنائی لے کر لکھتے لکھتے دوسری طرف چلے جاتے پھر اُدھر سے روشنائی لے کر اس طرف چلے جاتے۔''

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 311 تا 312)

حضرت میاں محمد موسیٰ صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ جب 1908ء میں لاہور تشریف لائے تو انہوں نے حضور کا سائیکل پر پہرہ دیا:

''حضرت مسیح موعودؑ روزانہ عصر کی نماز کے بعد ایک یا دو گھوڑوں والی سواری پر گھر سے باہر تشریف لے جاتے تھے اور میں سائیکل پر ان کا پہرہ دیا کرتا تھا۔''

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 310)

حضرت مسیح موعودؑ نے 1906ء میں ایک قبرستان ''بہشتی مقبرہ'' بنانے کی تجویز دی اور اس کے لئے اپنی ذاتی زمین کا ایک ٹکڑا عطا کیا۔حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

''رسالہ الوصیت شائع ہونے کے بعد 1906 ء میں ایک دن لاہور سے آئے ہوئے میاں محمد موسیٰ صاحبؓ سے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ بہشتی مقبرہ کا ایک نقشہ تیار کر دیں۔ جس میں قبروں اور راستوں کے نشانات دکھائے جائیں۔ جس وقت میاں محمد موسیٰ صاحب نے وہ نقشہ تیار کر کے حضورؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت میں بھی حاضر تھا۔حضورؑ نے وہ نقشہ پسند فرمایا۔حضرت میاں صاحب نے نقشہ میں ایک قبر پر انگلی رکھ کر عرض کیا کہ حضورؑ یہ قبر میرے لئے مخصوص کر دی جائے۔''

حضورؑ کا جواب یہ تھا: کوئی قبر کسی کے لئے مخصوص نہیں کی جاسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (کوئی ذی روح نہیں جانتا کہ کس زمین میں وہ مرے گا)۔

میاں محمد موسیٰ خاموش ہو گئے۔ دو سال بعد حضرت مسیح موعود وفات پا گئے۔میاں موسیٰ نے بتایا کہ جس قبر کی انہوں نے نشاندہی کی تھی یہ وہی قبر ہے جو اپنے لئے چاہی تھی۔ اب حضرت مسیح موعودؑ کا جسدِ اطہر اس میں مدفون ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ، 18 جنوری 1964 ء)

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی وفات سے چند ماہ قبل 1908ء میں درج ذیل سنہری الفاظ میاں محمد موسیٰ کے لئے کہے:

''موسیٰ صاحب آپ نے دین کی بہت خدمت کی۔''

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 310)

حضرت حاجی محمد موسیٰ صاحبؓ بہت خوش قسمت تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے بابرکت وجود سے ان کی بہت یادیں وابستہ تھیں۔ بیعت کے بعد آپ سے اکثر ملاقات رہتی تھی۔ آپ کی امامت میں بہت ساری نمازیں پڑھیں۔

25-26 اکتوبر 1913 ء کو گوجرانوالہ میں ایک تبلیغی جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے بھی لیکچر دیا۔ گوجرانوالہ سے واپسی پر حضرت صاحبزادہؓ نے میاں محمد موسیٰ صاحبؓ کی دکان (واقعہ نیلا گنبد لاہور) کا سنگ بنیاد رکھا اور پھر واپس قادیان

تشریف لے گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 468)

شدید علالت کے باعث حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تبدیلی آب و ہوا کیلئے مع حضرت اُمّ المومنینؓ بمبئی جانے کیلئے 3 مئی 1918ء کو بعد نماز عصر روانہ ہوئے۔آپ کے ہمراہ ڈاکٹر رشید الدین صاحب، ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب، شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری اور مولوی عطامحمد صاحب تھے۔ 4 مئی کو لاہور ریلوے اسٹیشن پر جماعت استقبال کیلئے موجود تھی۔لاہور کے ہر فرد نے اپنی ہمت سے عملاً اخلاص کا اظہار کیا۔حضرت میاں محمد موسیٰ صاحب نے اخلاص و محبت سے حضور اور آپ کے خدام کی مہمان داری کا ذمہ اپنے اوپر لے رکھا ہے اور آپ کا خاندان خدمت میں ہر وقت مستعد رہا۔ ان کا تہیہ ہے کہ حتی الوسع کوئی تکلیف نہ ہونے دیں گے۔ پہلے چار وقتوں تک بہت مسرت کے ساتھ انہوں نے ہی تمام اخراجات خورد ونوش کو برداشت کیا۔

(اصحاب احمد مصنفہ ملک صلاح الدین ایم اے، صفحہ 295 تا 296)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ 25 جون 1921ء کو ڈاکٹروں کے مشورہ سے کشمیر تشریف لے گئے۔۔۔۔

امرتسر ریلوے اسٹیشن پر جماعت کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ قافلہ ریزرو گاڑی (ڈبہ) میں سوار ہوا۔ لاہور ریلوے سٹیشن پر حضرت حاجی میاں محمد موسیٰ صاحبؓ کی طرف سے دعوت کا کھانا پہنچا۔ راولپنڈی تک راستہ کی جماعتوں نے استقبال کیا۔

(اصحاب احمد مصنفہ ملک صلاح الدین ایم اے، صفحہ 357)

12 جولائی 1924ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بٹالہ سے دہلی تک کا سفر اختیار کیا۔۔۔ امرتسر میں میاں محمد موسیٰ صاحبؓ کی طرف سے برف کا انتظام تھا جو دہلی تک قائم رہا اور وہ خود بھی دہلی تک حضور کے ہم رکاب رہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 434)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے قادیان تک ریل کے اجراء کے لئے میاں محمد موسیٰ صاحبؓ کی ڈیوٹی لگائی۔

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 544 تا 545)

میاں محمد موسیٰ نے اس کام کو بہت خوبی سے نبھایا۔ ریل کا اجراء آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

آپ نے 1915ء سے لے کر 1924ء تک کوشش کی کہ قادیان میں ریل جاری ہو جائے۔ اس کوشش میں آپ کا تقریباً بارہ تیرہ ہزار روپیہ صرف ہوا۔ آپ نے اس غرض کے لئے دندوٹ کالری کی لائن کی نیلامی پر بولی دی جو بارہ میل کی لائن تھی۔ ایسا ہی ایک دفعہ آگرہ کی طرف بھی بولی میں شامل ہوئے اور اس کے بعد ڈپٹی کمشنر گورداسپور اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے پاس بھی بارہا دفعہ پہنچے اور اس لائن کے لئے سوال اُٹھایا۔ بلکہ ایک انجینئر ساتھ لے کر سری گوبند پور تک سروے (Survey) بھی کیا اور باقاعدہ نقشہ تیار کروایا۔ ایک تجویز یہ بھی کی کہ ایک کمپنی جاری ہو جس کے حصہ دار ہوں اور وہ اس ریلوے کو جاری کر دیں۔

آخر جب اس قسم کی درخواست ریلوے بورڈ میں دی گئی تو جواب ملا کہ یہ منصوبہ خود ہمارے زیرِ تجویز ہے اور اس کا نمبر 17 مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس پر آپ نے ذاتی جدوجہد ترک کر دی۔ کیونکہ آپ کا مقصد کسی منافع کا کمانا نہیں تھا بلکہ ریل جاری کروانا تھا۔ چنانچہ تین سال کے بعد قادیان میں ریل جاری ہوگئی۔ چنانچہ جب امرتسر سے قادیان کی جانب پہلی گاڑی چلنے لگی تو اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے محمد موسیٰ صاحبؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"آج تمہاری کوشش کامیاب ہوگئی۔"

میرے والد میاں محمد یحییٰ صاحب فرزند میاں محمد موسیٰؓ نے یہ بھی روایت کی:

حضرت سیّدہ اُمّ طاہر صاحبہ حرم سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سر گنگا رام ہسپتال لاہور میں زیرِ علاج تھیں۔ حضورؓ ان کی عیادت کے لئے قادیان سے لاہور تشریف لائے۔ حضور نے حاجی محمد موسیٰ صاحبؓ کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے بتایا کہ کچھ ہفتے پہلے وہ نیلا گنبد سے گھر جاتے ہوئے سائیکل سے گر پڑے تھے اور گھٹنوں پر شدید چوٹیں آئی ہیں اور اب اُٹھ نہیں سکتے بستر پر ہی لیٹے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ یہاں تک نہیں آسکے۔ حضورؓ نے کہا: "موسیٰ صاحب کو اُمّ طاہر کے لئے دعا کا کہنا تھا۔"

حضورؓ ہسپتال جانے کی بجائے خادموں کے ہمراہ ایک قافلہ کی صورت ہمارے آبائی گھر فلیمنگ روڈ پہنچ گئے۔ حضورؓ گھر کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گئے جہاں میاں محمد موسیٰ صاحبؓ بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب کو اچانک دیکھ کر وہ تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ حضرت صاحب نے لیٹے رہنے کی ہدایت کی اور کہا:

موسیٰ صاحب! ہم جانتے ہیں آپ سائیکلوں والے ہیں اب اس عمر میں سائیکل کی سواری چھوڑ دیں۔ اُمّ طاہر علیل ہیں ان کے لئے دعائیں کریں وہ ہم سب کی دعاؤں کی مستحق ہیں۔

اس کے بعد حضورؓ جلدی جلدی گھر کی سیڑھیاں اترے اور قافلہ سر گنگا رام ہسپتال روانہ ہوگیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 6 جنوری 1956ء کو بمقام رتن باغ لاہور خطبہ جمعہ کے دوران جماعت احمدیہ کو تجارت کی طرف توجہ دلائی۔ اس خطبہ میں میاں محمد موسیٰ اور ان کے خاندان کی خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلام سے محبت کا اظہار ملاحظہ کریں:

مجھے یاد ہے حضرت نانا جان (میر ناصر نوابؓ خسر حضرت مسیح موعود علیہ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلام) کو میاں محمد موسیٰ صاحب سے بہت محبت تھی۔ آپ جب بھی لاہور تشریف لاتے اُنہی کے ہاں ٹھہرتے۔

جن مساجد کی تعمیر کا خاکسار کو علم ہوا کہ ان میں دادا جان میاں محمد موسیٰؓ نے گرانقدر مالی قربانی کی تھی وہ درج ذیل ہیں۔

اپنے گاؤں تقی پور چھاپہ کی مسجد تعمیر کروائی اور امام مسجد وہاں رکھوایا اور اس کے کھانے پینے کا خاطرخواہ بندوبست کیا۔

ہمارے آبائی گھر فلیمنگ روڈ کے متصلہ غیر احمدیوں کی مسجد کی تمام اینٹوں کا خرچہ اُٹھایا۔ محلے کے لوگ حجت تمام کرنے آپ کے پاس مسجد کے چندہ کے لئے آئے۔ ان کا خیال تھا کہ اب یہ شخص مرزائی ہوگیا ہے اور اُن کی مسجد کے لئے چندہ نہ دے گا۔

مسجد دہلی دروازہ لاہور کی تعمیر میں ایک بڑی رقم پیش کی۔ ابتدا میں یہی مسجد جماعت احمدیہ لاہور کی ہوا کرتی تھی۔ احمدی احباب لاہور نے اس کی تعمیر میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ حضرت محمد حسین قریشیؓ تعمیر کے کام کے انچارج تھے۔ شیخ عبد الرحمٰن صاحب سیکریٹری اور حاجی محمد موسیٰ اس منصوبہ کے نگران مقرر ہوئے تھے۔ میاں موسیٰ صاحب نے مسجد کے تمام نقشے بنائے تھے۔ وہ اس بات کی کڑی نگرانی کرتے تھے کہ عمارت نقشہ کے مطابق بن رہی ہے یا نہیں۔

(لاہور تاریخ احمدیت صفحہ 157)

حضرت حاجی محمد موسیٰ صاحبؓ آف نیلا گنبد لاہور نے گنج مغلپورہ لاہور میں ایک بیت الذکر تعمیر کروائی تھی۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ لاہور تشریف لائے تو اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے دادا جان نے آپ کی خدمتِ اقدس میں درخواست کی کہ حضور از راہِ نوازش اس مسجد کو دیکھ کر اس ناچیز غلام کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس درخواست کو منظور فرمایا اور 26 فروری 1922ء کو گنج مغلپورہ لاہور کی احمدیہ مسجد دیکھنے تشریف لے گئے اور وہاں دو رکعت نفل نماز پڑھائی۔

(روزنامہ الفضل ربوہ، 27 فروری 1922ء، صفحہ 15)

حضرت حاجی محمد موسیٰ صاحبؓ اپنے تین پوتوں کے دریائے راوی میں ڈوبنے کو نہ بھول سکے تھے کہ ان کی صاحبزادی عائشہ بیگم بھی دو ہفتہ بعد ایک طویل بیماری کے باعث اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئیں۔ یہ صدمات آخر کار جان لیوا ثابت ہوئے اور 24 دسمبر 1945ء کو وہ خود بھی اس جہانِ فانی سے اپنے مولا کے پاس حاضر ہو گئے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ، 25 دسمبر 1945ء صفحہ 2)

میاں موسیٰ صاحبؓ کا جسدِ خاکی ان کی دکان واقع نیلا گنبد لایا گیا اور اسی جگہ رکھا گیا جہاں آقا حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے تھے اور ان کی دکان کے باہر کرسی پر بیٹھے تھے۔ جماعت احمدیہ کی کثیر تعداد ان کے آخری دیدار کے لئے جمع ہوگئی۔ عزیز و اقارب بھی پہنچ گئے۔ نیلا گنبد کے اس مقام پر ان کا جنازہ ادا کیا گیا جہاں آقا و مولا حضرت مسیح موعودؑ آپ کی دکان کے باہر کرسی پر بیٹھے تھے۔ غیر احمدی احباب نے اپنا علیحدہ جنازہ پڑھا۔ اس کے بعد ان کی میّت بہشتی مقبرہ قادیان لے جائی گئی اور وہاں بھی احباب جماعت کی کثیر تعداد نے جنازہ ادا کیا۔ پھر خاندانِ موسیٰ کے جدّامجد کو بہشتی مقبرہ قادیان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

میاں محمد موسیٰ صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کا درخشاں ستارہ تھے۔ آپ کی حضورؑ سے والہانہ محبت، مالی قربانیاں اور احمدیت کے لئے خدمات اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اس کے علاوہ جوان بیٹی کی غیر متوقع وفات اور تین پوتوں کا دریا میں ڈوب جانا جیسے المناک حادثات میں صبر کا دامن نہ چھوڑنا اور خدا کی رضا پر راضی رہنا، ان کے اعلیٰ کردار کا خاصہ تھا۔ وہ ایک عام شخص نہ تھے۔ وہ اعلیٰ عزم و استقلال کے مالک تھے۔ کوئی کمزور ایمان والا اس طرح کے حادثات میں راہِ راست سے بھٹک جاتا ہے۔ اسی لئے وہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک درخشاں ستارہ تھے۔ حضرت محمد موسیٰ صاحبؓ اپنے کارناموں اور اخلاقِ فاضلہ کے حسین نمونوں کی وجہ سے آج بھی زندہ جاوید ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی اولادوں کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلائے۔ آمین ثم آمین۔ حضرت میاں محمد موسیٰ صاحبؓ کی فیملی کی اولادوں کو اگر جمع کیا جائے تو کم و بیش پانچ صد ہوں گے۔

میں وقت کے امام حضرت مسیح موعود و مہدی معہودؑ کے ان سنہری الفاظ پر ختم کرتا ہوں جو آپ نے میاں محمد موسیٰ کے بارے میں کہے۔ "موسیٰ صاحب آپ نے دین کی بہت خدمت کی۔" یہ الفاظ میاں محمد موسیٰ اور ان کے خاندان کے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں۔ اس طرح کے الفاظ مسیح موعود کی جماعت کے ہر احمدی کی خواہش ہے۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | GET IT ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

عاطف وقاص۔ ٹورنٹو کینیڈا

آؤ! اُردو سیکھیں

سبق نمبر 15

سبق نمبر 11 اور 12 میں ہم نے فعل حال مطلق اور فعل حال جاری کے متعلق پڑھا تھا۔بعض طلبا کو شاید ان اصطلاحوں کو سمجھنے میں مشکل ہو اس لیے آسانی کے لیے چند الفاظ انگریزی میں بیان کرتا ہوں

Simple Present Tense فعل حال مطلق

Present Continuous or Progressive Tense فعل حال جاری

آج ہم ان دونوں زمانوں میں فقرات کی ان اقسام پر بات کریں گے جن میں وہ شخص، چیز یا حالت جس کی بات کی جارہی ہو وہ فاعل نہیں ہوتا بلکہ مفعول ہوتا ہے۔آسان ترین مثالوں سے اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

’زید خط لکھتا ہے‘ یہ فقرہ زمانہ فعل حال مطلق کا ہے کیونکہ جیسے پہلے اسباق میں تفصیل بیان کر دی گئی ہے یہاں فاعل یعنی زید کی ایک عادت یا مستقل رویے کی بات ہورہی ہے۔اس فقرے میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ زید کام کر رہا ہے یعنی وہ حالت میں ہے۔یعنی خط لکھنا یا نہ لکھنا اس کی مرضی پہ منحصر ہے کوئی اسے مجبور کر کے خط نہیں لکھوا رہا Active

’زید سے خط لکھوایا جاتا ہے‘ اب دیکھیے کہ زمانہ وہی ہے یعنی فعل حال مطلق یعنی کسی عادت یا مستقل رویے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔یعنی خط لکھوانے کا کام ہوتا رہتا ہے۔لیکن یہاں فرق یہ ہے کہ زید خط لکھنے پہ مجبور نظر آتا ہے یہ مجبوری مرضی سے بھی ہوسکتی ہے جیسے ملازمت کرنا اور خلافِ مرضی بھی ہوسکتی ہے۔یعنی زید تو لکھنا نہیں چاہتا مگر اس سے بزور لکھوایا جاتا ہے تو اس صورت میں زید فاعل نہیں ہے اور وہ Passive حالت میں ہے

اب دیکھتے ہیں کہ اس تبدیلی کا فقرے کی ساخت پر کیا اثر پڑتا ہے۔

زید خط لکھتا ہے اور زید سے خط لکھوایا جاتا ہے میں جو بنیادی فرق ہے وہ فعل کی ساخت میں آیا ہے۔اصل ورب یا فعل ہے لکھنا۔پہلی صورت میں ہے ’لکھتا‘ جو کہ Active voice ہے جبکہ دوسری صورت میں ہے ’لکھوایا‘ جو کہ Passive voice ہے مزید مثالیں دیکھتے ہیں

جاگنا سے جگایا، بلانا سے بلوایا، مارنا سے مروایا، اٹھانا سے اٹھوایا، کہنا سے کہلوایا، چھوڑنا سے چھڑوایا،

آپ نے دیکھا ہوگا کہ مفعولی حالت بناتے وقت زیادہ تر کسی فعل یا ورب کی صرف ماضی والی حالت ہی استعمال کی جاتی ہے اور مخصوص شکل ’وایا‘ استعمال نہیں ہوتی جیسے ’جاگنا سے جگوایا نہیں بنا بلکہ جگایا بنایا گیا‘ اس کی وجہ یہ ہے کہ ’وایا‘ کا اضافہ ہر فعل کے ساتھ پڑھنے یا بولنے میں مناسب نہیں لگتا۔جیسے ’جاگنا سے جگوایا عجیب لگتا ہے اور جگایا مناسب ہے‘ مثلاً اگر کہیں کہ انسان کی سوئی ہوئی فطرت کو جگایا تو یہ جگوایا سے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

دوسرا اہم فرق ’فعلی حالت‘ اور ’مفعولی حالت‘ میں حروفِ ربط سے، کو، میں وغیرہ کا اضافہ ہے۔حروفِ ربط وہ حروف ہیں جو انسان، اشیاء، جگہ اور وقت کے درمیان پائے جانے والے تعلق کو اس طرح واضح کرتے ہیں کہ بآسانی پتا چل جاتا ہے کہ کون سی چیز کہاں ہے اور اس کا ارد گرد کی اشیاء سے کیا تعلق ہے۔

حروفِ ربط کو اگلے سبق میں وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا جائے گا

تیسرا فرق

تیسرا فرق الفاظ کی ترتیب اور اضافے کا ہے جیسے مفعولی حالت میں فعل یعنی ورب سے پہلے حروفِ ربط کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ نیز فعل کی ساخت میں تبدیلی کی جاتی ہے۔

In English language Past participle is used in passive voice tenses

جبکہ اردو میں کیا ہوتا ہے اس کے لیے ایک مثال پر غور کرتے ہیں فعل لکھنا سے ماضی ہے لکھا اور مفعولی حالت ہے لکھایا یا لکھوایا تو فعل کی ماضی حالت میں ’یا‘ اور بعض صورتوں میں ’وایا‘ کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

زید خط لکھتا ہے اور زید سے خط لکھوایا جاتا ہے

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

کبھی کوئی جھوٹ اس قدر چل نہیں سکتا۔آخر دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بدی کرنے والے جھوٹے اور فریبی اپنے جھوٹ میں تھک کر رہ جاتے ہیں۔ پھر کیا کوئی ایسا مفتری ہوسکتا ہے جو برابر پچیس برس سے خدا پر افترا کر رہا ہو اور نہ تھکا ہو اور خدا کو بھی اس کے لیے غیرت نہ آوے۔بلکہ اس کی تائید میں نشانات ظاہر کرتا رہے۔یہ عجیب بات ہے۔ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔خدا تعالیٰ ہمیشہ صادقوں ہی کی نصرت اور تائید کرتا ہے۔دیکھو یہ جو پیشگوئی ہے کہ میری عمر 80 برس کے قریب ہوگی کیا کوئی مفتری اس قسم کی پیشگوئی کرسکتا ہے اور خصوصاً اس پر تیس برس بھی گزر گئے ہوں اور ایسا ہی اس وقت جب کوئی نہ جانتا تھا اور نہ کوئی یہاں آتا تھا یہ کہا یَاۡتُوۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ اور یَاۡتِیۡکَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ کیا یہ مفتری کرسکتا ہے کہ ایسا کہے اور پھر خدا بھی ایسے مفتری کی پروانہ کرے بلکہ اس کی پیشگوئی پوری کرنے کو دور دراز سے لوگ بھی آتے رہیں اور ہر قسم کے تحائف اور نقد بھی آنے لگیں۔اگر یہ بات ہو کہ مفتری کے ساتھ بھی ایسے معاملات ہوتے ہیں تو پھر نبوت سے ہی امان اٹھ جاوے۔یہی نشانات ہیں جو ہماری جماعت کی محبت اور اخلاص میں ترقی کا باعث ہو رہے ہیں۔مفتری اور صادق کو تو اس کے منہ ہی سے دیکھ کر پہچان سکتے ہیں۔فرمایا:سچائی کا یہ بھی ایک نشان ہے کہ صادق کی محبت سعید الفطرت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔احمق کو یہ راہ نہیں ملتی کہ نور کا حصہ لے۔ہر بات مین بدگمانی ہی سے کام لیتا ہے۔فرمایا:۔ ہم کو تکلف اور تصنع کی حاجت نہیں۔خواہ کوئی ہماری وضع سے راضی ہو یا ناخوش۔ ہمارا اپنا کوئی کام نہیں ہے۔ خدا کا اپنا کام ہے اور وہ خود کر رہا ہے۔فرمایا:۔ جب انسان خدا کو چھوڑتا ہے تو پھر وہ مکائد پر بھروسہ کرتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معنے

فریبی: دھوکہ دینے والا

تھک کر رہ جانا: کسی ایسے کام سے بیزار آجانا جو انسان سمجھتا ہو کہ غلط ہے

مفتری: جھوٹا

برابر پچیس برس سے: پورے پچیس سال سے

افترا کرنا: جھوٹ بولنا، جھوٹی بات منسوب کرنا

غیرت نہ آنا: کوئی ردعمل نہ دکھانا

تائید: حمائیت / سپورٹ

صادقوں: صادق کی جمع معنیٰ سچے

پیشگوئی: پہلے سے کہی بات۔ پیش پہلے اور گوئی کہنا

پروانہ کرنا: نگرانی نہ کرنا، خیال نہ رکھنا

دور دراز: بہت دور سے

تحائف: تحفہ کی جمع

سعید الفطرت: اچھی پاک فطرت اور سوچ والا انسان دیانت دار، سچا

بدگمانی: برا خیال

چھوٹی مگر سبق آموز بات

سنت کا تشریحی مقام

مسلمانوں پر قرآن شریف کے بعد بڑا احسان سنت کا ہے۔ خدا اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی ذمہ داری کا فرض صرف دو امر تھے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ قرآن کو نازل کر کے مخلوقات کو بذریعہ اپنے قول کے اپنے منشاء سے اطلاع دے۔ یہ تو خدا کے قانون کا فرض تھا اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کا یہ فرض تھا کہ خدا کے کلام کو عملی طور پر دکھلا کر لوگوں کو سمجھا دیں۔ پس رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے وہ ’’گفتنی‘‘ باتیں ’’کردنی‘‘ کے پیرایہ میں دکھلا دیں اور اپنی سنت یعنی عملی کاروائی سے معضلات اور مشکلات مسائل کو حل کر دیا۔ یہ کہنا بے جا ہے کہ یہ حل کرنا حدیث پر موقوف تھا کیوں کہ حدیث کے وجود سے پہلے اسلام زمین پر قائم ہو چکا تھا۔ کیا جب تک حدیثیں جمع نہ ہوئی تھیں لوگ نماز نہ پڑھتے تھے یا زکوٰۃ نہ دیتے تھے یا حج نہ کرتے تھے یا حلال و حرام سے نہ واقف تھے۔

(حضرت مسیح موعودؑ از کشتی نوح صفحہ 20)

مرسلہ : ناصرہ احمد، کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

02 ستمبر 2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	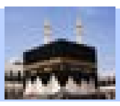	04:46	18:36
مدینہ منورہ	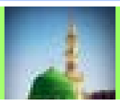	04:43	18:39
قادیان	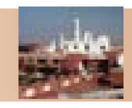	04:40	18:51
ربوہ	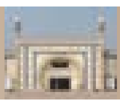	04:20	18:31
اسلام آباد ٹلفورڈ		04:48	19:46